© rasailojaraid.com



ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

# سیرتِ نبویؐ اور مستشرقین

جہاں یہ بات ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ تمام [illegible]ام علیہم السلام اور بانیانِ مذاہب میں سے صرف پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سیرتِ طیبہ مکمل طور پر محفوظ ہے، وہاں یہ بات بھی دعوے کے ساتھ اور بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس کرۂ ارضی پر سب سے زیادہ اور بڑی کثرت کے ساتھ صرف آپؐ ہی کی سیرت پر لکھا گیا ہے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ سیرت نبویؐ پر مختلف زمانوں اور متعدد زبانوں میں لکھا گیا ہے، تقریباً ہر دور و ہر قوم کے لوگوں نے لکھا ہے۔ لکھنے والوں میں اپنے اور غیر، عقیدت مند و پیروکار اور حاسد و دشمن سبھی شامل ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ گزشتہ چودہ سو سالوں میں سیرت نبوی پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا احاطہ کیا جائے تاکہ اس موضوع کا تفصیلی جائزہ لیا جاسکے۔ اس ضمن میں جہاں یہ ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے بارے میں مسلمان سیرت نگاروں کے ہاں جو مختلف روایات پر مشتمل مولو[د] ملتا ہے اس کا ایک تنقیدی جائزہ لیا جائے اور اسے روایت و درایت کے اصولوں پر پرکھا جائے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ غیروں ـــ خصوصاً مستشرقین نے جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی آگاہی حاصل کی جائے تاکہ ان کے اعتراضات کی حقیقت معلوم ہو اور ان کا جواب تلاش کیا جاسکے۔ کیونکہ معاندینِ اسلام خصوصاً یورپ کے محقق نما پادریوں نے مستشرقین کا لبادہ اوڑھ کر اہلِ اسلام کے خلاف جو زبردست مہم شروع کر رکھی ہے اس کا ہدف تین چیزیں ہیں۔ ان میں سے ایک دینِ اسلام اور اس کے مبادی ہیں۔ دوسری بات مسلمان قوم کی شخصیت ہے جسے تاریخ کے آئینے میں ایک بھدی اور بھونڈی تصویر بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان خود اپنے آپ سے نفرت کرنے لگیں اور تیسری چیز جسے مغرب کے بعض یہودی و عیسائی مذہبی پیشوا استشراق و مستشرقین کا لبادہ پہن کر اپنے تعصب اور عناد کا نشانہ بناتے ہیں وہ پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے۔ یہ لوگ سیرت نبوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



لے بعض واقعات کو لے کر چند بے سروپا مفروضات پیش کرتے ہیں اور شخصیت محمدیؐ کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلام کے کامل ضابطۂ حیات اور دینِ حق ہونے کا جواب ان کے پاس کوئی نہیں لیکن وہ پیغمبر اسلام، دینِ اسلام اور مسلمان قوم کے تشخص کو مجروح اور مسخ کر کے پیش کرتے ہیں تاکہ دیمک زدہ کلیسائی روایات سے متنفر، مادّیت کے روح فرسا تسلط سے بیزار اور روحانی اقدار سے محروم یورپی انسان کو اسلام سے دور رکھا جا سکے۔

علم و ادب کے یہ نام نہاد خادم جس طرح بے سروپا معاندانہ مفروضات (کیونکہ لاکھ ٹکریں مارنے کے باوجود بھی آج تک انھیں ٹھوس مواد میسر نہیں آسکا) کی بنیاد پر جو اعتراضات کرتے ہیں ان کا علمی جائزہ اور مکمل احاطہ کیے بغیر جواب مشکل ہے اور یہ کام اسی وقت ممکن اور آسان ہو سکتا ہے جب ہم سیرتِ نبویؐ پر آج تک لکھے گئے ذخیرے کی ایک جامع، مکمل و مفصل فہرست مرتب کریں۔ یہ کام بلاشبہ ملتِ اسلامیہ کا اہم فریضہ ہے اور وقت کی اہم ترین ضرورت بھی ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس سلسلے میں کسی مسلمان نے کوئی قابلِ ذکر کوشش نہیں کی بلکہ یہ بات ہمارے لیے حیرت کے ساتھ ندامت کا باعث بھی ہونی چاہیے کہ اس ضرورت کو بھی سب سے پہلے انہی معاندینِ اسلام نے محسوس کیا اور بعض قابلِ قدر کوششیں بھی کی ہیں۔ یہ لوگ اپنے بے پایاں وسائل کی بنیاد پر جہاں مسلمانوں سے متعلق دیگر امور کے بارے میں تازہ ترین اور مکمل معلومات رکھتے ہیں وہاں سیرتِ نبویؐ پر آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے متعلق بھی انھوں نے مکمل معلومات فراہم کر لی ہیں تاکہ حسبِ موقع و ضرورت کسی نہ کسی پہلو کو نشانہ بنانے میں آسانی ہو۔ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ تمام عالمِ اسلام کے اہلِ علم پر مشتمل ایک بین الاقوامی اسلامی کمیشن بنایا جائے جس کی ذیلی شاخیں ہر اسلامی ملک اور دنیا کے ہر گوشے میں قائم کی جائیں اور سیرتِ نبویؐ پر عربی اور دیگر اسلامی زبانوں کے علاوہ دنیا کی مختلف زبانوں میں آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی ایک عالمانہ و محققانہ تفصیلی فہرست یا کیٹالاگ مرتب کی جائے تاکہ شخصیتِ محمدیؐ کی عظمت دنیا پر واضح ہو سکے۔ کیونکہ دنیا میں مسلمان کے زندہ رہنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے آپؐ کی ذاتِ گرامی سے مخلصانہ عقیدت اور والہانہ محبت۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ... مکمل میں ہو کہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کو معاندانہ مفروضات سے داغدار کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔

یورپ کے بعض معاند مستشرقین سیرتِ نبویؐ کو کس زاویۂ نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کا اندازہ ذیل کی چند مثالوں سے ہو سکتا ہے۔ لیکن موقع کی مناسبت سے ان پر اجمال و اختصار کے ساتھ ہی گفتگو ممکن ہو گی۔

(۱) یہ ایک حقیقت ہے کہ دینِ اسلام کی روح ملتِ ابراہیمی ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: "یکے از مقاصدِ اسلام احیائے ملتِ ابراہیمی است" حضرت ابراہیمؑ جو جد الانبیا ہیں اور آلِ اسحٰقؑ (یعقوبؑ، موسیٰؑ اور حضرت مسیحؑ وغیرہ) اور آلِ اسماعیلؑ کے تمام انبیا نے انہی کی سنت کے احیا و اتباع پر اپنی شریعتوں کی بنیاد رکھی۔ ظاہر ہے ان تمام شرائع میں مناسبت و قریبی مشابہت کا پایا جانا ضروری و ناگزیر ہے۔ لیکن علم و ادب کے ان نام نہاد خادموں کو جہاں کہیں اسلام و تعلیماتِ موسیٰؑ یا اسلام و تعلیماتِ مسیحؑ میں کوئی مشابہت یا مناسبت نظر آتی ہے تو فوراً یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور یہودی علما یا عیسائی راہبوں سے سیکھی ہو گی۔ (العیاذ باللہ!)۔ گویا ان کے نزدیک ادیانِ حق کے ابدی اصولوں میں اختلاف کا پایا جانا ضروری اور لازم ہے۔ ورنہ اسے نقل و سرقہ سمجھ لیا جائے۔ ان کے خیال میں حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات اور حضرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے درمیان بعد المشرقین ہونا ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ پیغمبرِ اسلام نے یہ یہودی علما اور عیسائی راہبوں سے سیکھا ہو گا۔ یہ لوگ اس بنیادی نقطے کو فراموش کر دیتے ہیں کہ حق کے ابدی اصول ہمیشہ سے ایک رہے ہیں اور ایک ہی رہیں گے۔ وہ اس حقیقت کو بھی بھول جاتے ہیں کہ قرآن مجید (شوریٰ آیت ۱۳) نے تو یہ بات دعوے سے کہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دینِ اسلام بھی حق کے انہی ابدی اصولوں پر قائم ہے جن پر نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی لائی ہوئی شریعتوں کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ لیکن یورپ کے یہ محقق نما مذہبی دیوانے حقیقت سے دور یورپی انسانوں کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہم نے اپنی تحقیق سے اسلام کی یہ "چوری" پکڑی ہے کہ اس کا فلاں اصول تو یہودیت یا عیسائیت سے ماخوذ ہے کیونکہ ان دونوں میں مناسبت اور مشابہت موجود ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تورات ہو یا زبور، انجیل ہو یا قرآن، سب کا بھیجنے والا ایک ہے اور سب کے ابدی اصول بھی ایک ہی تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



(۲) ابن اسحاق و ابن ہشام اور ان کے بعد تمام مسلمان سیرت نگاروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو سفروں کا ذکر کیا ہے جو بعثت سے قبل آپ کو شام کی طرف پیش آئے تھے۔ ان میں سے ایک سفر تو آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب کی معیت میں صرف بارہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ اس موقع پر بُصریٰ کے راہب بُحیریٰ نے آپؐ کو دیکھا اور ابو طالب کو بتایا کہ یہ بچہ مستقبل میں بڑی شان و مرتبہ پائے گا۔ لیکن یہود سے اسے بچا کر رکھنا۔ دوسرا سفر ۲۵ برس کی عمر میں حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کی معیت میں کیا تھا۔ اس موقع پر بھی بُصریٰ کے ایک اور راہب نسطورا نے آپؐ کو ایک درخت کے نیچے سوتا ہوا دیکھا تو میسرہ سے کہا کہ اس درخت کے نیچے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں سویا۔ اب ان دونوں روایات میں یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ آپؐ نے ان راہبوں سے کیا کچھ سنا۔ بلکہ یہ بھی مذکور نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کی گفتگو ہوئی۔ لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ یہ نام نہاد محقق ان روایات سے کیا کیا مفروضات وابستہ کرتے ہیں اور کیا کیا نتائج اخذ کرتے ہیں:

(الف) یہ دو سفر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنیادی طور پر ایک تاجر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی دینی اصطلاحات میں تاجرانہ اسلوب کارفرما ہے۔ مثلاً یوم الحساب (کیونکہ تجارت میں حساب ضروری ہے)، میزانِ عمل (چونکہ تجارت میں ترازو ضروری ہے)۔ یا مثلاً قرآن مجید کا مومنوں کے بارے میں یہ کہنا کہ اللہ نے جنت کے بدلے ان کی جانیں خرید لی ہیں۔ وغیر ذالک من الخرافات۔

(ب) وہ ان دو سفروں سے یہ نتیجہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ ان مواقع پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے نسطورا راہب یا کسی اور راہب سے ضرور ملاقات کی ہوگی اور یہودیت و عیسائیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے علاوہ ان سے بحث و مناظرہ بھی ضرور کیا ہوگا۔" حالانکہ "ہوگا" کے اس مفروضے کے لیے اس قسم کا کوئی اشارہ تک موجود نہیں لیکن یہ فاضل مستشرق یہ نہیں بتاتے کہ راہبوں کے ساتھ مناظرے کی زبان کیا ہو سکتی تھی؟ کیونکہ عربی تو اس وقت تک صرف جزیرۂ عرب کی حدود میں محصور بدوؤں کی زبان تھی اور ان حدود سے باہر نہیں نکلی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غیر زبان جاننے کا کوئی مبہم سے مبہم اشارہ بھی نہیں ملتا۔ علم و ادب کے ان نام نہاد [illegible] یہ نہیں پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان راہبوں سے کون سی مسیحیت کی تعلیمات حاصل کی ہوں گی؟ کیا ساتویں صدی عیسوی کی وہی مسیحیت جو یہود کی چیرہ دستیوں، رومن سلاطین کے مظالم اور خود عیسائی پادریوں کی ذاتی محنت و کاوش کے باعث اپنی اصل سے دور بگڑی ہوئی اور مسخ شدہ شکل میں مجبور و مقہور ہو کر پناہیں تلاش کرتی پھرتی تھی؟ یا وہ ساتویں صدی عیسوی کی مسیحیت جسے ایک عیسائی فاضل — سر ولیم میور — مضمحل، فاسد، منتشر، مسخ شدہ اور بیگانہ خرافات سے تعبیر کرتا ہے۔ اس مسیحیت سے دینِ اسلام کی بنا و اساس کے لیے کیا میسّر آسکے گا؟ اسی طرح تورات (جو انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے فاضل مقالہ نگار کے قول کے مطابق متعدد بار ربیّوں اور کاہنوں کو از سر نو لکھنا پڑی اور صرف اپنے حافظے اور الہام کی مدد سے لکھنا پڑی کیونکہ اس کی اصل فنا ہو گئی تھی اور جس پر تحریف و تلبیس کی متعدد تہیں چڑھ چکی تھیں) کی بنیاد پر قائم یہودیت نئے دین کے لیے کونسی روحانی غذا مہیا کر سکتی تھی؟ بایں ہمہ یہ مقدس صحائف اگر اصل شکل میں آج بھی مل جائیں (جو ناممکن اور محال ہے) تو اہل اسلام کا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات اور ان صحائف کی تعلیمات کے ابدی اصول ایک سے ہوں گے۔ کتاب اللہ کو اہل کتاب سے گلہ ہی صرف اس بات کا ہے کہ انھوں نے ان صحائفِ سماویہ کی تعلیمات پر عمل کرنے اور انھیں محفوظ رکھنے کے بجائے انھیں پس پشت ڈال دیا اور ان کے احکام میں تحریف و تغیر سے کام لیا ہے۔

(ج) یورپ کے ان مستشرقین کو سیرتِ نبویؐ کا یہ پہلو بھی ناگوار گزرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی اور مدنی زندگی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یعنی مکہ میں آپؐ صرف تبلیغ دین کرتے رہے مگر مدینہ میں جا کر سیاست میں نمایاں حصہ لینے لگے۔ اب اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا دیا جا سکتا ہے کہ آج کوئی آدمی اگر کسی شخص پر اعتراض کر بیٹھے کہ اس کا بچپن اس کی جوانی سے مختلف تھا یا اس کا بڑھاپا جوانی کے بالکل برعکس ہے تو اسے یہی کہا جائے گا کہ بھائی بچپن بچپن ہوتا ہے اور جوانی جوانی ہی ہے۔ نہ بچپن جوانی بن سکتا ہے اور نہ بڑھاپا جوانی جیسا ہو سکتا ہے۔ ہر دور اپنا اپنا رنگ رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر کام کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور انتہا یا انجام بھی ہوتا ہے۔ ابتدا اور انجام ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ مکی زندگی اسلام کی ابتدا تھی اور مدنی زندگی اسلامی تعلیمات کی تکمیل و انجام کا مرحلہ تھا۔ اسلام کی ابتدا کا تقاضا یہ تھا کہ مخلص اہل ایمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کی ایک جماعت تیار کی جائے۔ ظاہر ہے اس تیاری و تربیت کے لیے تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت ضروری ہے۔ جب یہ جماعت تیار ہو جائے تو اصل مقصد کی طرف قدم بڑھایا جاتے اور اس دنیا میں ایک مثالی معاشرہ قائم کرکے دکھایا جائے جو انسان کی معاشرتی تاریخ میں اپنی مثال آپ کی حیثیت سے ہمیشہ کے لیے زندہ نمونہ ثابت ہو۔ معاشرہ یا سوسائٹی قائم کرنے کے لیے نظام سیاست اور نظامِ معیشت کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے اگر مکی زندگی کے برعکس مدنی زندگی میں آپؐ نے اسلام کے مثالی معاشرے کی سیاسی، معیشی اور سماجی ضروریات پر توجہ دی تو یہ دینِ اسلام کا عین تقاضا تھا اور آنحضرت نے یہ تقاضا پورا کرکے اپنی رسالت کا فریضہ مکمل کیا۔

مستشرقین کی اس مشکل کا پس منظر وہ نظریہ ہے جو قیصر کو اور کلیسا کا حق کلیسا کو دینے کا قائل ہے۔ ان کے نزدیک رسالت محمدی کا مقصد صرف زبانی کلامی وعظ ہونا چاہیے تھا۔ یہ جو روحانیت و مادیت کا توازن اور دین و سیاست کا امتزاج اسلام نے پیش کر دیا ہے، دراصل ان کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ ان کے خیال میں منصبِ رسالت فقط "کلیمی" تک محدود ہونا چاہیے۔ اس میں "عصا" کو دخل نہیں دینا چاہیے۔ لیکن رسالتِ محمدی کا منشا تو وہ ہے جسے ترجمانِ اسلام حضرت حکیم الامت نے پیش کر دیا ہے:

"جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی" اور

"عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد۔"

(د) سیرتِ نبویؐ کے سلسلے میں ان خادمانِ علم و ادب کی ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ آغازِ کار میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اہل مکہ اور آس پاس کے لوگوں کی ہدایت کے لیے تھے مگر بعد میں اسلام کو ایک عالمگیر پیغام بنا دیا گیا اور اس سلسلے میں ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی مکی سورتوں میں آپ کا تمام انسانوں کے لیے نبی ہونا کہیں مذکور نہیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ مکی سورتوں میں قرآن نے تمام انسانوں کو یٰاَیُّھَا النَّاسُ کہہ کر مخاطب کیا ہے لیکن مدنی سورتوں میں صرف اہل ایمان کو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر خطاب کیا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا تو اب قارئین کرام کا کام ہے کہ آیا "تمام انسانوں" سے خطاب کرنا عمومیت پر دلالت کرتا ہے یا صرف "اہل ایمان" سے خطاب کیا جانا؟ بہر حال ہم یہاں پر صرف دو باتیں کہہ کر اس مضمون کو ختم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کرنا چاہتا ہوں۔

"بعد میں" کی اصطلاح چونکہ مبہم ہے اور اس سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آیا اس سے مراد مدنی زندگی ہے جو مکی زندگی کے بعد آتی ہے یا اس "بعد میں" سے مراد یہ ہے کہ وفات نبوی کے بعد مسلمانوں نے اسلام کو عالمگیر پیغام بنا دیا۔ اس لیے دونوں کا جواب ضروری ہے۔ پہلے مفروضے کو تو سورۃ الاعراف (جو بالاتفاق مکی ہے) کی ایک آیت (نمبر ۱۵۸) باطل ثابت کر دیتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول ؐ سے خطاب فرماتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ "تمام انسانوں سے کہہ دیجیے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، وہ اللہ جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے۔ اس لیے اللہ اور اس کے اس رسول پر ایمان لاؤ، جو نبی اُمّی ہے، جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان لاتا ہے، اسی رسول کا اتباع کرو تاکہ تم سیدھی راہ پالو" اور دوسرے مفروضے کو باطل ثابت کرنے کے لیے اگر صہیبؓ بلالؓ اور سلمانؓ و ابوبکرؓ کا ایمان لانا کافی دلیل نہیں تو پھر ان مکتوباتِ نبوی کو ہی دیکھ لیا جائے جن کے ذریعہ آپؐ نے اس وقت کی دنیا کے تین براعظموں، ایشیا، یورپ اور افریقہ کے بادشاہوں کو لکھے تھے اور انھیں حکم دیا تھا کہ اگر امان و سلامتی مقصود ہے تو حلقۂ اسلام (اَسْلِمْ تَسْلَمْ) میں داخل ہو جاؤ۔ اسلام کی چھوٹی سی ریاست جس کی حدود مدینہ اور حجاز سے متجاوز نہ تھیں اور جس کے پاس اللہ کے پیغامِ حق کے سوا کوئی ساز و سامان بھی نہ تھا، کیا اس کا بانی و سربراہ بیک وقت دنیا کے سب سے بڑے جابر بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دے کر اسے خواہ مخواہ خطرات سے دوچار کرنا چاہتا تھا؟ نہیں بلکہ اس کی رسالت کا منصب یہ تھا کہ وہ عملی طور پر تمام دنیا کو یہ دعوت دے کر دنیا سے رخصت ہو۔ اسے یہ بتا دیا گیا تھا کہ ایک صدی کے اندر اندر یہ تمام سلطنتیں اس کے پیروکاروں کے قدموں میں ہوں گی اور ایشیا، افریقہ اور یورپ کے تمام گوشوں میں اسلام پھیل جائے گا۔

---

© rasailojaraid.com